منصف المرزوقی کے درمیان رہا۔ السبسی نے ۴۶ء۳۹ فی صد اور منصف المرزوقی نے ۴۳ء۳۳ فی صد ووٹ حاصل کیے۔ باقی امیدوار بہت پیچھے تھے۔ اب دونوں بڑے اُمیدواروں کے مابین ۲۸ دسمبر کو دوبارہ مقابلہ ہوگا۔ ووٹ تقسیم سے بچیں گے تو امید ہے کہ زیادہ فائدہ صدر منصف کو حاصل ہوگا۔ نہضت بھی شاید کسی نہ کسی صورت اس کی واضح تائید کر دے۔ لیکن تحریک نہضت کا فیصلہ ہے کہ فی الحال وہ خود اقتدار میں نہیں آئے گی۔ معاشرے کے ایک ایک فرد کے سامنے اپنی دعوت پیش کرے گی۔ نو منتخب حکومت کی کارکردگی بھی بہت جلد اپنا چہرہ عوام کو دکھا دے گی اور ان شاء اللہ جلد یا بدیر تیونس کے حالیہ سیاسی نقشے پر خیر غالب ہو کر رہے گا۔ واضح رہے کہ بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے منصف المرزوقی صرف تحریک نہضت کی تائید وحمایت کی بدولت ہی گذشتہ تین برس سے منصب صدارت پر فائز تھے۔ نتائج سے واضح ہوتا ہے کہ اعلان نہ کرنے کے باوجود تحریک نہضت کے اکثریتی ووٹ منصف المرزوقی کے پلڑے میں پڑے، جب کہ انقلاب کے مخالفین، متشدد سیکولر اور سابق صدر زین العابدین کے دور میں اہم حکومتی عہدے داروں کی تمام تر تائید ندائے تیونس کو حاصل ہوئی۔

پارلیمانی انتخابات کے بعد ہی سے ذرائع ابلاغ پر تیونس کے مستقبل کے بارے میں مختلف تبصرے کیے جا رہے ہیں لیکن ایک اہم سوال یہ ہے کہ انقلاب کے بعد انتخابات میں اکثریت حاصل کرنے والی اسلامی تحریک ۲۰۱۴ء کے انتخابات میں آخر کیوں دوسرے نمبر پر آگئی؟ اس کے جواب میں مخالفین اپنا پورا زور یہ ثابت کرنے پر لگا رہے ہیں کہ 'سیاسی اسلام' ناکام ہوگیا۔ آج کے دور میں اسلام کا نظام نہیں چل سکتا۔ اسلام عصر حاضر کے گمبھیر مسائل کا حل نہیں دے سکتا، لیکن یہ حقیقت بھی سب پر آشکار ہے کہ وہ تمام عالمی اور علاقائی طاقتیں تحریک نہضت کے خلاف مکمل طور پر میدان میں تھیں جنھوں نے اس سے قبل مصر میں منتخب حکومت اور عوامی رائے کو کچل ڈالا۔ یہ سب قوتیں مصر کی طرح تیونس میں خون کے دریا تو نہیں بہا سکیں لیکن دولت، ذرائع ابلاغ اور معاشرے کے طاقت ور افراد کے بل بوتے پر انھوں نے سب اسلام دشمنوں کو یک جا کر دیا۔

گذشتہ نصف صدی سے زائد عرصے تک ملک میں آمریت اور فوجی ظلم وستم کا راج رہا۔ حکمرانوں نے اپنے خلاف آواز اٹھانے والے ہر فرد اور تحریک کو کچل کر رکھ دیا۔ بڑے بڑے علما اور اسلامی فکر کے علَم برداروں کو بیڑیاں ڈال کر جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ معاشرے میں فکری،

اخلاقی، معاشی اور معاشرتی زوال کو فروغ دیا۔ ۲۰۱۱ء کے انقلاب کے بعد مختصر عرصے میں قوم کو اپنا مکمل ہم نوا بنانا نہضت کے لیے ممکن نہ تھا۔ ملک میں بنیادی آزادیاں اور جمہوریت بحال کرنا بھی ایک بہت بڑا چیلنج تھا جس کے لیے دسیوں سالوں کی محنت درکار تھی۔ الحمدللہ تین سال کے عرصے میں عوام کو ایک متفقہ آئین اور آزادی مہیا کرنا نہضت کی ایک بڑی کامیابی ہے۔ بعض لوگوں کی راے ہے کہ نہضت کے دوسرے نمبر پر آنے سے ایک طرف ملک میں انقلاب دَر انقلاب کا خطرہ ٹل گیا ہے کیونکہ جن سے خطرہ تھا وہی اب حکومت میں ہیں۔ دوسری طرف تحریک نہضت کو اپوزیشن میں رہ کر حکومتی غلطیوں سے سیکھنے اور اسے ان سے روکنے کا موقع ملے گا۔ اپنی تنظیم نو اور دعوت کو پھیلانے کا وقت ملے گا۔ سماجی اور دعوتی سرگرمیوں پر پوری توجہ دینے کی فرصت ملے گی، اور ان شاء اللہ آیندہ انتخابات کو ہدف بنا کر مزید آگے بڑھنے کا موقع ملے گا۔ گویا تحریک نہضت اکثریت حاصل نہ کر کے بھی کامیاب رہی۔

فہم قرآن کے ابلاغ کا ذوق و شوق رکھنے والے مدرسین کی تربیت کے لیے

چار روزہ

تدریس قرآن ورکشاپ

۲۵ دسمبر بروز جمعرات، بعداز عصر تا ۲۸ دسمبر ۲۰۱۴ء اتوار، بعداز عشاء

زیرنگرانی ڈاکٹر اختر عزمی

بمقام: جامع مسجد، منصورہ ڈگری کالج، وحدت روڈ، لاہور

شرائط

- تعلیمی قابلیت کم از کم گریجوایشن، ترجیحاً درس نظامی/ ایم فل اسلامیات
- بروقت اور کل وقتی شرکت لازمی ہے

برائے رابطہ

حافظ ساجد اقبال ناظم شعبہ فہم دین پنجاب 0333-4060783

نوید زبیری سیکرٹری جنرل شعبہ فہم دین پنجاب 0300-7582101

افغان صدر کا دورۂ پاکستان

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

افغانستان کے نئے صدر اشرف غنی نے سب سے پہلے جس ملک کا غیرملکی دورہ کیا وہ چین تھا اور اس کے بعد پاکستان آئے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اس لیے کہ اشرف غنی صاحب انتخابات سے پہلے اور بعد میں بھی جس فراست اور عملیت پسندی کا مظاہرہ کررہے ہیں اس کا تقاضا یہی تھا کہ ہندستان سے پہلے اس پڑوسی ملک میں آئیں جو ان کے ملک میں غلط یا صحیح سب سے زیادہ موضوع بحث رہتا ہے۔

ڈاکٹر اشرف غنی نے کرسیِ صدارت سنبھالتے ہی ایسے اقدامات کیے جس سے ان کے مصالحانہ رویے اور عملیت پسندی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک زیرک سیاستدان کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ موقعے کا انتظار کرتا ہے اور موقع ملتے ہی فیصلے کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ چنانچہ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ سے مصالحت کرنے کے فوراً بعد انھوں نے امریکا کے ساتھ دوطرفہ معاہدے پر دستخط کرنے میں دیر نہیں لگائی جس کا عرصے سے امریکی حکومت کو انتظار تھا۔ لیکن یہ مصالحانہ رویہ صرف طاقت ور حریفوں کے ساتھ تھا۔ حکومتی اداروں اور اہلکاروں پر انھوں نے فوراً ہی گرفت مضبوط کی۔ کابل میں موجود سرکاروں شعبوں پر چھاپے مارنے کا سلسلہ شروع کیا اور چند ہی دنوں میں ان کی کایا پلٹ گئی۔ اب آپ کو طورخم بارڈر عبور کرتے ہی ایک مختلف کلچر نظر آئے گا۔ سرکاری افسر ہو یا ملازم، کام پر لگ گیا۔ وہ خود دن میں ۱۸ گھنٹے کام کر رہے ہیں اور اپنے اسٹاف کے آرام سے بیٹھ رہنے کے روادار نہیں۔

پاکستان کا دورہ اور پاکستان کے ساتھ افغانستان کے جملہ معاملات طے کرنا ہی ان کی ترجیحات میں شامل تھا۔ اس لیے پہلی فرصت میں ایک بھاری بھرکم وفد کے ساتھ دورے پر آئے۔

افغان صحافتی حلقوں نے ۱۳۰ افراد پر مشتمل وفد کے حجم پر اعتراض کیا لیکن وہ جو کہتے ہیں نا کہ He means business، یعنی وہ پاکستان سے کچھ چاہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے دورے میں وہ متنازع اُمور نہ چھیڑیں، تاہم روزمرہ کے معاملات پر وہ سنجیدگی سے بات کرنا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے پاکستان کی اہمیت افغانستان کے لیے ہر دوسرے ملک سے سوا ہے۔ اگر طورخم پھاٹک چند گھنٹوں کے لیے بند ہوجاتا ہے تو کابل کے بازار میں ملک پیک کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور کرنسی مارکیٹ مندی پڑ جاتی ہے۔ صدر کے وفد میں چیف آف اسٹاف جنرل شیر محمد کریمی، وزیر دفاع بسم اللہ محمدی اور وزیر خزانہ عمر زخی خیل سمیت سینیر افغان دفاعی حکام بھی شامل تھے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا پروگرام تھا کہ ہر سطح پر پاکستانی اور افغانی قیادت کو باہم مربوط کیا جائے، ذہنی دُوری ختم کی جائے اور قربت پیدا کی جائے۔ وہ پاکستان سے فوری طور پر کوئی مراعات لینے کے موڈ میں نہیں تھے بلکہ تعلقات بنانے آئے تھے۔ اعتماد سازی کا عمل چاہتے تھے۔ کرزئی حکومت کا المیہ یہ تھا کہ وہ پاکستان مخالف رجحانات کی اسیر بن گئی تھی اور گاہے بہ گاہے اس کا اظہار بھی ہوتا تھا۔ اس کا افغانستان کو کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ دونوں پڑوسی ممالک میں دُوریاں پیدا ہوئیں جس کا فائدہ ہندستان نے اٹھایا اور اس کا اثر ورسوخ غیر معمولی حد تک بڑھ گیا۔ اب ایسا بھی نہیں کہ ڈاکٹر اشرف غنی پاکستان سے تعلقات بنانے کی قیمت پر بھارت سے بگاڑ پیدا کریں گے۔ ان کی عملیت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر ایک فریق سے اس کی اپنی حیثیت کے مطابق معاملہ کریں۔ کوئی بھی کابل حکومت پاکستان سے تعلقات بگاڑ کر افغانستان میں ترقی اور امن وسلامتی کا خواب نہیں دیکھ سکتی۔

ڈاکٹر اشرف غنی نے صدر پاکستان ممنون حسین اور وزیراعظم میاں نواز شریف سے ملاقاتوں میں طالبان کا ایشو اس طرح نہیں اٹھایا جس طرح اس سے پہلے افغان حکومتیں اٹھاتی رہی ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے بھی تو اس کا جواب دینا پاکستانی قیادت کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ البتہ ہوسکتا ہے کہ یہ محض اتفاق ہو کہ امریکی انتظامیہ نے نئی افغان حکومت کے سربراہ کے دورۂ پاکستان سے محض ۱۰ دن پہلے ایک خفیہ پرانی رپورٹ نشر کردی جس میں حسب سابق پاکستانی جاسوسی اداروں پر افغانستان میں حکومت مخالف گروہوں کی پشت پناہی کا الزام لگایا گیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس رپورٹ

کا مقصد پاکستانی حکومت کو دباؤ میں لانا ہوتا کہ وہ ڈاکٹر اشرف غنی کے مطالبات بآسانی تسلیم کرے ۔ حالانکہ پاکستانی قوم سب سے زیادہ اس کی متمنی ہے کہ افغانستان میں امن وامان قائم ہو اور ایک منتخب نمایندہ حکومت ملک میں سیاسی استحکام پیدا کرے، متحارب افغان گروہوں میں مصالحت ہوجائے اور پاکستان میں موجود افغان مہاجر آبادی اپنے ملک واپس جاسکے۔

افغان صدارتی دورے کی ایک اہم پیش رفت پاکستان مسلح افواج کی قیادت سے اس کا براہ راست مکالمہ ہے ۔ اس سے پہلے پاکستان کے سالار جنرل راحیل شریف نے کابل کا ایک روزہ دورہ کیا۔ یہ ایک ایسا خیرسگالی دورہ تھا جس کی عرصے سے ضرورت تھی۔ اس کی حیثیت محض علامتی نہ تھی بلکہ پاکستانی اور افغانی فوج کے درمیان تعلقات کی بحالی ایک زمینی حقیقت ہے۔

جنرل راحیل شریف نے اس دورے میں افغان فوج کو تربیت کی سہولتیں پہنچانے کی پیش کش بھی کی تھی ۔ پاک آرمی دنیا میں عسکری اور پیشہ ورانہ صلاحیت کے لحاظ سے ایک اعلیٰ مقام رکھتی ہے ۔ ایبٹ آباد کی کاکول اکیڈمی دنیا میں عسکری تربیت کا ایک منفرد ادارہ ہے۔ اس لیے افغان آرمی کے افسران کے لیے اس کے دروازے کھولنا ایک اہم پیش رفت ہے ۔ اب تک افغان آرمی کی تربیت کا کام مغربی افواج کے ماہرین نے سرانجام دیا ہے ۔ بھارت نے بھی اس میں اپنا حصہ ڈالا ہے اور کئی سطح پر افغان عسکری اہل کار وہاں تربیتی کورسز میں شرکت کررہے ہیں، جب کہ زیادہ قریب پاکستان ادارے اس 'ثواب' سے محروم رہے ہیں ۔ حالیہ دورے میں افغان صدر نے اس پیش کش کو قبول کرنے کا اعلان کیا ہے، جس کے لیے تفصیلات بعد میں طے کی جائیں گی ۔ انھوں نے جی ایچ کیو جاکر پاکستانی کمانڈر انچیف سے ملاقات کی اور یادگارِ شہدا پر پھول بھی چڑھائے۔

افغان صدر کے سہ روزہ دورے کے اختتام پر جو اعلامیہ جاری کیا گیا ہے اس میں پاکستان اور افغانستان کے دوطرفہ تجارت کو بڑھانے اور تعلقات کو فروغ دینے کے عزم کا اظہار کیا گیا ہے ۔ وزیراعظم پاکستان اور صدر افغانستان نے مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب بھی کیا۔ میاں نواز شریف نے کہا کہ پاکستان افغانستان میں امن عمل کے لیے افغان طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے اشرف غنی کے پروگرام کا حامی ہے ۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر اشرف غنی نے اپنی انتخابی مہم کے دوران بار بار افغان طالبان کے ساتھ بامعنیٰ مذاکرات کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور اب بھی ایسا